© rasailojaraid.com

توراۃ وانجیل کے نام کی تحقیق

مولانا ڈاکٹر شبیر احمد آسٹریلیا

توراۃ

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی آسمانی کتاب قرآن مجید میں یہ لفظ فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور امالہ کے ساتھ بھی [1] امالہ کے ساتھ ابو عمرو، کسائی اور ابن ذکوان کی قراءت ہے [2] یہی امالہ والا تلفظ اردو میں رائج ہے اور اسی مناسبت سے توراۃ کو "ی" کے ساتھ توریت لکھا جاتا ہے۔

بعض علمائے لغت توراۃ کو عربی لفظ بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا ماخذ وَرِیَ (یا وَرَیٰ) ہے وَرِیَ الزَّنْدُ کے معنیٰ ہیں چقماق سے آگ کا نکلنا۔ توراۃ کی اصل پر بحث کرتے ہوئے قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: [3]

والتوراۃ معناھا الضیاء والنور مشتقۃ من وَرَی الزَّنْدُ (وورِیَ لغتان) اذا خرجت نارہ۔ توراۃ کے معنی ہیں روشنی اور اس کا ماخذ وری الزند ہے جس کے معنی ہیں چقماق سے آگ نکلنا۔

اب رہا یہ سوال کہ وَرَیٰ سے توراۃ کیسے بنا؟ تو علمائے لغت نے اس کی تین توجیہیں بیان کی ہیں: اول یہ کہ توراۃ کا وزن تَفعلَۃ ہے اور یہ اصل میں تَورِیَۃ تھا۔ صرفی قاعدے کی رو سے اگر ی مفتوح ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ی الف سے بدل جائے گی۔ اسی قاعدے کی رو سے تَورِیَۃ سے توراۃ بنا۔ یہ قول کوفی نحویوں کا ہے۔

بصری کہتے ہیں کہ تفعلۃ کا وزن بہت نادر ہے اس لئے ان کے نزدیک توراۃ کا وزن فوعلۃ ہے اور یہ وزن تفعلۃ کی بہ نسبت زیادہ مستعمل ہے۔ وَرَیٰ سے فوعلۃ کے وزن پر وَورَیۃ بنا جس کی پہلی واؤ ت میں بدل گئی جیسے وَولَج سے تولج، اور وُخمۃ سے تخمۃ بنے ہیں اور مذکورہ بالا صرفی قاعدے کی رو سے ی الف میں بدل گئی۔ اس طرح وَورَیۃ سے توراۃ بنا۔ یہ رہی دوسری توجیہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسری توجیہ یہ ہے کہ توراۃ کا وزن تَفْعِلَۃ بکسرالعین ہے۔اور یہ وَرّٰی کا مصدر ہے۔ جیسے ربّٰی کا مصدر تَرْبِیَۃ اور سَلّٰی کا تَسْلِیَۃ ہے۔ وَرَی الزند کے معنی ہیں: اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ اس طرح توریۃ کے معنی ہوں گے: چقماق سے آگ نکالنا۔

اس لفظ میں مشکل یہ ہے کہ صرفی قاعدے کی رو سے توریۃ کی ی ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے الف میں تبدیل نہیں ہو سکتی علمائے لغت نے قبیلہ طئی کی بولی کا سہارا لیا ہے جس میں ماقبل مکسور ہونے کے بوجود ی الف میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ اس قبیلہ کے لوگ جَارِیَۃ کو جَاراۃ، توصِیَۃ کو توصاۃ، اور ناصِیَۃ کو ناصاۃ بولتے ہیں، اسی قبیلہ کی بولی کے مطابق توریۃ سے توراۃ بنا۔ یہ قول فراء کا ہے۔ [۴]

ایک قول یہ بھی ہے کہ توراۃ کی اصل تَوْرِیَۃ ہے جس کے معنی ذومعنی بات کہنے کے ہیں۔ اس مصدر کا وَرَی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابوعبید کے نزدیک یہ وَرَاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: ''پیچھے'' کیونکہ ذومعنی بات کہنے والا اپنے مقصد کو پیٹھ پیچھے چھپا لیتا ہے۔

توراۃ کی اصل کے بارے میں یہ قول مورج کا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے وہ کہتے ہیں: فکان اکثر التوراۃ معاریض وتلویحات من غیر تصریح وایضاح۔ گویا کہ توراۃ کے اکثر حصوں میں صراحت و وضاحت کے بجائے اشاروں کنایوں سے کام لیا گیا ہے۔

قرطبی نے اس قول کو ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے۔ ان کے نزدیک جمہور نے پہلی رائے کو اس بنا پر قبول کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توریت کی شان میں فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (انبیاء : ۴۸)

ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان، روشنی اور پرہیزگاروں کے لئے ذکر عطا کیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کتاب کی شان میں روشنی کہا گیا ہو اس میں ابہام وغموض کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ رہے ان علماء کے اقوال جو توراۃ کے عربی الاصل ہونے کے قائل ہیں۔ علماء کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دوسرا فریق توراۃ کو معرب بتاتا ہے۔ چنانچہ زمخشری کشاف میں کہتے ہیں: ۵

التورلة والانجيل اسمان اعجميان، وتكلف اشتقاقهما من الورى والنجل ووزنهما بتفعلة وافعيل انما يصح بعد كونهما عربيين۔ توراۃ وانجیل غیر عربی اسماء ہیں (وری اور (نجل) سے ان کے اشتقاق کی کوشش کرنا، اوران کا وزن تفعلہ اور افعیل بتانا اسی وقت درست ہوگا جب ان کا عربی ہونا طے پائے۔

انوار التنزیل میں قاضی بیضاوی نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے۔ بلکہ انہوں نے توراۃ وانجیل کو عربی ثابت کرنے کی کوشش کو تعسف (زیادتی) سے تعبیر کیا ہے۔ ۶

المصباح المنیر میں فیومی فریق اول کی رائے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ بات محل نظر ہے کیونکہ یہ غیر عربی ہے۔ ۷

تاج العروس میں زبیدی اپنے شیخ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ: محققین کا کہنا ہے کہ توراۃ غیر عربی لفظ ہے۔ بلکہ بالاتفاق وہ عبرانی لفظ ہے۔ ۸ یہی قول صحیح ہے۔ عبرانی میں یہ لفظ توراۃ ہے۔ جس میں (تو) بروزن (دو) ہے اور آخر کا حرف ہے جو اضافت کی حالت میں ت بن جاتی ہے۔ اس کے معنی ہدایات اور قانون کے ہیں۔ اسی لفظ سے (مورے) بنا ہے جس کے معنی معلم کے ہیں۔

انجیل:

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام پر نازل کی گئی آسمانی کتاب۔ بعض علمائے لغت اس کو عربی بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا ماخذ عربی کا لفظ نجل ہے جس کے مختلف معنی ہیں، اوران کی مناسبت سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہ اقوال حسب ذیل ہیں۔ ۹

(۱) النجل کے معنی ہیں: اصل نژاد۔ کہا جاتا ہے فلان کریم النجل۔ انجیل نجل سے انہیں معنوں میں مشتق ہے۔ کیونکہ انجیل علم وحکمت کا ماخذ ہے۔ یہ قول فراء کا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) اِنجل (نون وجیم کے فتح کے ساتھ) کے معنی ہیں کشادہ چشمی۔ اسی مناسبت سے گہرے اور پھیلے ہوئے زخم کو طَعنۃ نَجلاء کہتے ہیں۔ انجیل میں رشد و ہدایت کی وسعت کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔

(۳) التناجل کے معنی آپس میں جھگڑنے کے ہیں۔ لوگوں میں انجیل کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔

(۴) شمر نے اصمعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انجیل ہر اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی سطور زیادہ ہوں۔ یہ نجل سے ماخوذ ہے جس کے معنی وسعت و کشادگی کے ہیں۔

بعض علمائے لغت انجیل کو نجل سے ماخوذ بتاتے ہیں لیکن وثوق کے ساتھ نہیں، چنانچہ مشہور عالم لغت ابن درید اپنی کتاب جمہرۃ اللغۃ میں کہتے ہیں: ١٠

اِسۡتَنۡجَلَ المَاءُ اذا ظهر فی الوادی ویمکن ان یکون اشتقاق الانجیل من هذا

اِستنجل الماء کے معنی ہیں: وادی میں پانی کا نکل آنا ہوسکتا ہے کہ انجیل اس سے ماخوذ ہو۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ١١

والانجیل ان کان عربیا محضا فاشتقاقه من النجل وهو ظهور الماء علی وجه الارض واتساعه اگر لفظ انجیل خالص عربی ہو تو اس کا اشتقاق نجل سے ہوگا۔ جس کے معنی سطح زمین پر پانی نکل آنے اور پھیل جانے کے ہیں۔

المصباح المنیر میں فیومی کہتے ہیں: ١٢

والانجیل قیل مشتق من نجلته اذا استخرجته

کہا جاتا ہے انجیل نجل سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے اخذ کرنے کے ہیں۔

علماء کا دوسرا فریق اس لفظ کو معرب گردانتا ہے۔ انجیل کے بارے میں زمخشری کا قول تورات کی بحث میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد وہ مزید کہتے ہیں: وقرا الحسن الانجیل بفتح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الهمزة، وهو دليل على العجمة، لان افعيل يفتح الهمزة عديم في اوزان العرب حسن انجیل کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ (انجیل) پڑھتے ہیں جو اس کے غیر عربی ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ افعیل کا وزن عربی زبان میں پایا نہیں جاتا۔ اس قول کو ابوحیان ۱۳ اور بیضاوی ۱۴ نے بھی ذکر کیا ہے۔

قرطبی اپنی تفسیر میں فریق اول کی آراء نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: کہا جاتا ہے توراۃ اور انجیل سریانی زبان کے لفظ ہیں۔ مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انجیل سریانی میں انگلیون ہے۔ جو الیقی نے انجیل کو اپنی کتاب معرب میں شامل کیا ہے: ۱۵

فریق ثانی کا قول ہی صحیح ہے۔ دراصل انجیل یونانی لفظ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت فلسطین اور قرب وجوار میں یونانی علم وثقافت کی زبان تھی، ویسے یہودیوں کی زبان ان دنوں آرامی تھی جس کی ایک شاخ سریانی ہے۔ یونانی میں انجیل کی اصل اونگلیون ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے۔ پہلا لفظ او ہے جس کے معنی ہیں اچھا۔ اور دوسرا لفظ ہے انگلیا جس کے معنی ہیں: خبر پیغام، اسی لفظ سے انگریزی میں angel آیا ہے جس کے لفظی معنی خبر رساں یا پیامبر کے ہیں ان دونوں لفظوں سے مرکب لفظ اونگلیون کے معنی ہیں خوشخبری۔ یہی یونانی لفظ سریانی مین بھی (اونگلیون) کی شکل میں داخل ہوا۔ سریانی میں اس کی جمع اِونگلیا آتی ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہی صیغہ عربی میں آکر انجیل بنا۔ یہ لفظ یورپ کی اکثر زبانوں میں بھی یونانی سے داخل ہوا ہے چنانچہ جرمن میں EVANG اطالوی میں EVANGELO, VANGELO اور فرانسیسی میں EVANGILE۔ اسی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ قدیم انگریزی میں یونانی کا یہ لفظ نہیں لیا گیا بلکہ اس کا ترجمہ کرلیا گیا جو GODSPEL تھا۔ GOD کے معنی ہیں اچھا (جو آج کل کی انگریزی میں GOOD ہے) اور SPEL کے معنی ہیں: خبر یہی لفظ آج کی انگریزی میں GOSPEL بنا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

ا۔ نحو اور تجوید کی اصطلاح میں الف کو یائے مجہول میں بدلنے کا نام امالہ ہے حفص کی قراءت میں صرف ایک لفظ امالے سے پڑھا جاتا ہے اور وہ ہے مَجرھا جو سورہ ہود کی ۴۱ویں آیت میں ہے یہ لفظ امالے کے ساتھ مجرے ہا پڑھا جاتا ہے۔ دیگر قراء کی قراءتوں میں بہت سارے الفاظ امالے سے پڑھے جاتے ہیں۔

۲۔ الکشف عن وجوہ القراءات السبع، مکی بن ابی طالب، تحقیق حاتم صالح الضامن، الرسالۃ بیروت ۱/۱۸۳

۳۔ تفسیر قرطبی، دار الکتب الصریۃ ۴/ ۵-۶

۴۔ تہذیب اللغۃ، ازہری۔ مجمع اللغۃ العربیۃ، قاہرہ ۱۵/ ۳۰۷

۵۔ الکشاف، زمخشری، دار المعرفہ، بیروت ۱/۴۱۰

۶۔ انوار التنزیل، موسسۃ شعبان، بیروت، ۲/۲

۷۔ المصباح المنیر، فیومی، المکتبۃ العلمیۃ بیروت (وری)

۸۔ تاج العروس، سید مرتضی زبیدی بلگرامی، بولاق، (وری)

۹۔ تفسیر قرطبی ۴/ ۵-۶

۱۰۔ جمہرۃ اللغۃ، ابن درید، دائرۃ المعارف / حیدر آباد، ۲/۱۱۲

۱۱۔ حوالہ سابق ۳/ ۳۷۷

۱۲۔ المصباح المنیر (نجل)

۱۳۔ البحر المحیط، ابوحیان اندلسی، دار المعرفہ، بیروت، ۲/ ۳۷۸

۱۴۔ انوار التنزیل ۲/۲

۱۵۔ المعرب من الکلام الاعجمی، الجوالیقی (تحقیق احمد شاکر) دار الکتب المصریہ، قاہرہ۔ ص ۲۳

۱۶۔ عربی میں ملک (فرشتہ) کے لفظی معنی بھی قاصد کے ہیں۔

© rasailojaraid.com